



Noble Quran

الحَكِيمُ الْقُرْآنُ

Quran Urdu Translation اردو ترجمہ

Maulana Muhammad Sahib

مولانا محمد صاحب جوناگڑھی

Quran Tafsir تفسیر

Maulana Salahudin Yusuf

مولانا صلاح الدین یوسف

Surah Al Ahkaf

سورة الأحقاف

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حم (۱)

حم

یہ فواتح سورہ ان متشابہات میں سے ہیں جن کا علم صرف اللہ کو ہے اس لیے ان کے معانی و مطالب میں پڑنے کی ضرورت نہیں تاہم ان کے دو فائدے بعض مفسرین نے بیان کیے ہیں جنہیں ہم سورہ لقمان میں بیان کر آئے ہیں۔

تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ (۲)

اس کتاب کا اتارنا اللہ تعالیٰ غالب حکمت والے کی طرف سے ہے۔

مَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى

ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی تمام چیزوں کو بہترین تدبیر کے ساتھ ہی ایک مدت معین کے لئے پیدا کیا ہے یعنی آسمان اور زمین کی پیدائش کا ایک خاص مقصد بھی ہے اور وہ ہے انسانوں کی آزمائش۔ دوسرا اس کے لئے ایک وقت بھی مقرر ہے جب وہ وقت آجائے گا تو آسمان اور زمین کا موجودہ نظام سارا بکھر جائے گا۔ نہ آسمان، یہ آسمان ہو گا نہ زمین، یہ زمین ہوگی۔

يَوْمَ نُبَيِّئُ لِلْأَرْضِ غَايَةَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتِ - (۱۳:۴۸)

وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَمَّا أُذُنُوا وَأَعْرَضُوا (۳)

اور کافر لوگ جس چیز سے ڈرائے جاتے ہیں منہ موڑ لیتے ہیں۔

یعنی عدم ایمان کی صورت میں بعث حساب اور جزا سے جو انہیں ڈرایا جاتا ہے وہ اس کی پرواہی نہیں کرتے اس پر ایمان لاتے ہیں نہ عذاب اخروی سے بچنے کی تیاری کرتے ہیں۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَمْ هُوَ بَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِنَ التُّرَابِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَاوَاتِ^ط

آپ کہہ دیجئے! بھلا دیکھو تو جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو مجھے بھی تو دکھاؤ کہ انہوں نے زمین کا کون سا ٹکڑا بنایا ہے یا آسمانوں میں کون سا حصہ ہے

أَرَأَيْتُمْ^ط یعنی اخیرونی یا اہرونی یعنی اللہ کو چھوڑ کر جن بتوں یا شخصیات کی تم عبادت کرتے ہو مجھے بتلاؤ یا دکھاؤ کہ انہوں نے زمین و آسمان کی پیدائش میں کیا حصہ لیا ہے
مطلب یہ ہے کہ جب آسمان و زمین کی پیدائش میں بھی ان کا کوئی حصہ نہیں ہے بلکہ مکمل طور پر ان سب کا خالق صرف ایک اللہ ہے تو پھر تم ان غیر حق معبودوں کو اللہ کی عبادت میں کیوں شریک کرتے ہو۔

اَتُّونِي بِكِتَابٍ مِنْ قَبْلِ هَذَا أَوْ أَنَا رَبُّكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (۳)

اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے ہی کوئی کتاب یا کوئی علم ہے جو نقل کیا جاتا ہو میرے پاس لاؤ۔

یعنی کسی نبی پر نازل شدہ میں یا کسی منقول روایت میں یہ بات لکھی ہو تو وہ لاکر دکھاؤ تا کہ تمہاری صداقت واضح ہو سکے۔

بعض نے **أَنَّا رَبُّكَ مِنْ عِلْمٍ** کے معنی واضح علمی دلیل کے لئے ہیں اس صورت میں کتاب سے نقلی دلیل اور **أَنَّا رَبُّكَ مِنْ عِلْمٍ** سے عقلی دلیل مراد ہوگی یعنی کوئی عقلی اور نقلی دلیل پیش کرو

پہلے معنی اس کے اثر سے ماخوذ ہونے کی بنیاد پر روایت کے کیے گئے ہیں یا **بِقِيَّةٍ مِنْ عِلْمٍ** پہلے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کا باقی ماندہ حصہ جو قابل اعتماد ذریعے سے نقل ہوتا آیا ہو اس میں یہ بات ہو۔

وَمَنْ أَضَلُّ لِمَنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنِ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ (۵)

اور اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہو گا؟ جو اللہ کے سوا الہیوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کر سکیں

بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہوں

یعنی یہی سب سے بڑے گمراہ ہیں جو پتھر کی مورتیوں کو مدد کے لئے پکارتے ہیں جو قیامت تک جو اب دینے سے قاصر ہیں اور قاصر ہی نہیں بلکہ بالکل بے خبر ہیں۔

وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ (۶)

اور جب لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو یہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی پرستش سے صاف انکار کر جائیں گے۔

یہ مضمون قرآن کریم میں متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے مثلاً سورہ یونس ۲۹، سورہ مریم ۸۱-۸۲، سورہ عنکبوت ۲۵ وغیرہا من الآیات دنیا میں ان معبودوں کی دو قسمیں ہیں ایک تو غیر ذی روح جمادات و نباتات اور مظاہر قدرت (سورج آگ) ہیں اللہ تعالیٰ ان کو زندگی اور قوت گویائی عطا فرمائے گا اور یہ چیزیں بول کر بتلائیں گی کہ ہمیں قطعاً اس بات کا علم نہیں ہے کہ یہ ہماری عبادت کرتے اور ہمیں تیری خدائی میں شریک گردانتے تھے

بعض کہتے ہیں کہ زبانِ قال سے نہیں ہے زبانِ حال سے وہ اپنے جذبات کا اظہار کریں گی۔ واللہ اعلم
معبودوں کی دوسری قسم وہ ہے جو انبیاء علیہم السلام ملائکہ اور صالحین میں سے ہیں جیسے عیسیٰ، حضرت عزیر علیہا السلام اور دیگر عباد اللہ
الصالحین ہیں یہ اللہ کی بارگاہ میں اسی طرح کا جواب دیں گے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب قرآن کریم میں منقول ہے
علاوہ ازیں شیطان بھی انکار کریں گے جیسے قرآن میں ان کا قول نقل کیا گیا ہے۔

تَبَيَّنَّا أَنَّا لِلَّيْلِ مَا كَانُوا إِلَّا نَا يَعْبُدُونَ۔ (۶۳:۲۸)

ہم تیرے سامنے (اپنے عابدین سے) اظہارِ براءت کرتے ہیں یہ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے

وَإِذَا تَنَلَّى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّحِقُ لَمَّا جَاءَهُمْ هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ (۷)

اور انہیں جب ہماری واضح آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو منکر لوگ سچی بات کو جب کہ ان کے پاس آچکی،
کہہ دیتے ہیں کہ یہ صریح جادو ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ^ط

کیا وہ کہتے ہیں کہ اسے تو اس نے خود گھڑ لیا ہے

اس حق سے مراد جو ان کے پاس آیا قرآن کریم ہے اس کے اعجاز اور قوتِ تاثیر کو دیکھ کر وہ اسے جادو سے تعبیر کرتے پھر اس سے بھی
انحراف کر کے یا اس سے بھی بات نہ بنتی تو کہتے کہ یہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا گھڑا ہوا کلام ہے۔

قُلْ إِنْ افْتَرَيْتُمْ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا^ط

آپ کہہ دیجئے! کہ اگر میں ہی اسے بنا لیا ہوں تو میرے لئے اللہ کی طرف سے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتے

یعنی اگر تمہاری یہ بات صحیح ہو کہ میں اللہ کا بنایا ہوا رسول نہیں ہوں اور یہ کلام بھی میرا اپنا گھڑا ہوا ہے پھر تو یقیناً میں بڑا مجرم ہوں اللہ تعالیٰ
اتنے بڑے جھوٹ پر مجھے پکڑے بغیر تو نہیں چھوڑے گا اور اگر ایسی کوئی گرفت ہوئی تو پھر سمجھ لینا کہ میں جھوٹا ہوں اور میری کوئی مدد بھی
مت کر تا بلکہ ایسی حالت میں مجھے مواخذہ الہی سے بچانے کا تمہیں کوئی اختیار ہی نہیں ہو گا۔

اسی مضمون کو دوسرے مقام پر اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ، لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ، ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ، فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ۔ (۶۹:۲۴، ۲۷)

هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ^ط

تم اس قرآن کے بارے میں جو کچھ سن رہے ہو اسے اللہ خوب جانتا ہے

یعنی جس جس انداز سے بھی تم قرآن کی تکذیب کرتے ہو، کبھی اسے جادو، کبھی کہانت اور کبھی گھڑا ہوا کہتے ہو۔ اللہ اسے خوب جانتا ہے
یعنی وہی تمہاری ان مذموم حرکتوں کا تمہیں بدلہ دے گا۔

كَفَىٰ بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۗ وَهُوَ الْعَفْوَءُ الرَّحِيمُ (۸)

میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے لئے وہی کافی ہے (۱) اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (۲)

۱۔ وہ اس بات کی گواہی کے لئے کافی ہے کہ یہ قرآن اسی کی طرف سے نازل ہوا ہے اور وہی تمہاری تکذیب و مخالفت کا بھی گواہ ہے۔ اس میں بھی ان کے لئے سخت و عید ہے۔

۲۔ اس کے لیے جو توبہ کر لے ایمان لے آئے اور قرآن کو اللہ تعالیٰ کا سچا کلام مان لے مطلب ہے کہ ابھی بھی وقت ہے کہ توبہ کر کے اللہ کی مغفرت و رحمت کے مستحق بن جاؤ۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدَعَا مِنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ ۗ

آپ کہہ دیجئے! کہ میں کوئی بالکل انوکھا پیغمبر نہیں (۱) نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ (۲)

۱۔ یعنی پہلا اور انوکھا رسول تو نہیں ہوں، بلکہ مجھ سے پہلے بھی متعدد رسول آچکے ہیں۔

۲۔ یعنی دنیا میں، میں مکے میں ہی رہوں گا یا یہاں سے نکلنے پر مجبور ہونا پڑے گا، مجھے موت طبعی آئے گی یا تمہارے ہاتھوں میرا قتل ہو گا؟ تم جلدی ہی سزا سے دوچار ہو گئیں یا لمبی مہلت تمہیں دی جائے گی؟

ان تمام باتوں کا علم صرف اللہ کو ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ میرے ساتھ یا تمہارے ساتھ کل کیا ہو گا تاہم آخرت کے بارے میں یقینی علم ہے کہ اہل ایمان جنت میں اور کافر جہنم میں جائیں گے۔

اور حدیث میں جو آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر جب ان کے بارے میں حسن ظن کا اظہار کیا گیا تو فرمایا:

والله ما ادري وانا رسول الله ما يفعل بي ولا بكم

اللہ کی قسم مجھے اللہ کا رسول ہونے کے باوجود علم نہیں کہ قیامت کو میرے اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ صحیح بخاری

اس سے کسی ایک معین شخص کے قطعی انجام کے علم کی نفی ہے الایہ کہ ان کی بابت بھی نص موجود ہو جیسے عشرہ مبشرہ اور اصحاب بدر وغیرہ۔

إِنْ أَتَّبِعِ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ (۹)

میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی بھیجی جاتی ہے اور میں تو صرف علی الاعلان کر دینے والا ہوں۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَكَفَرْتُمْ بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ فَأَمَنْ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۗ

آپ کہہ دیجئے! اگر یہ (قرآن) اللہ ہی کی طرف سے ہو اور تم نے اسے نہ مانا تو

اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس جیسی کی گواہی بھی دے چکا ہو اور ایمان بھی لا چکا ہو اور تم نے سرکش کی ہو

اس شاہد بنی اسرائیل سے کون مراد ہے؟

بعض کہتے ہیں کہ یہ بطور جنس کے ہے۔ بنی اسرائیل میں سے ہر ایمان لانے والا اس کا مصداق ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ مکے میں رہنے والا کوئی بنی اسرائیلی مراد ہے کیونکہ یہ سورت مکی ہے

بعض کے نزدیک اس سے مراد عبد اللہ بن سلام ہیں اور وہ اس آیت کو مدنی قرار دیتے ہیں۔ صحیح بخاری

امام شوکانی نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے

اس جیسی کتاب کی گواہی کا مطلب تورات کی گواہی جو قرآن کے منزل من اللہ ہونے کی تصدیق ہے۔ کیونکہ قرآن بھی توحید و معاد کے اثبات میں تورات ہی کی مثل ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب کی گواہی اور ان کے ایمان لانے کے بعد اس کے منزل من اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں رہ جاتا ہے۔ اس لیے اس کے بعد تمہارے انکار استنکار کا بھی کوئی جواز نہیں ہے تمہیں اپنے اس رویے کا انجام سوچ لینا چاہئے

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (۱۰)

تو بیشک اللہ تعالیٰ ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَا سَبَقُونَا إِلَيْهِ

اور کافروں نے ایمانداروں کی نسبت کہا کہ اگر یہ (دین) بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت کرنے نہ پاتے

وَأِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ هَذَا إِنْشَاءٌ قَدِيمٌ (۱۱)

اور چونکہ انہوں نے اس قرآن سے ہدایت نہیں پائی پس یہ کہہ دیں گے کہ قدیمی جھوٹ ہے۔

کفار مکہ، حضرت بلال، عمار، صہیب اور خباب رضی اللہ عنہم جیسے مسلمانوں کو، جو غریب و قلاش کے لوگ تھے لیکن اسلام قبول کرنے میں انہیں سب سے پہلے شرف حاصل ہوا، دیکھ کر کہتے کہ اگر اس دین میں بہتری ہوتی تو ہم جیسے ذی عزت و ذی مرتبہ لوگ سب سے پہلے اسے قبول کرتے نہ کہ یہ لوگ پہلے ایمان لاتے۔

یعنی اپنے طور پر انہوں نے اپنی بابت یہ فرض کر لیا کہ اللہ کے ہاں ان کا بڑا مقام ہے۔ اس لیے اگر یہ دین بھی اللہ کی طرف سے ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے قبول کرنے میں پیچھے نہ چھوڑتا اور جب ہم نے اسے نہ اپنایا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایک پرانا جھوٹ ہے یعنی قرآن کو انہوں نے پرانا جھوٹ قرار دیا ہے جیسے وہ اسے اساطیر الاولین بھی کہتے تھے حالانکہ دنیاوی مال و دولت میں ممتاز ہونا عند اللہ مقبولیت کی دلیل نہیں (جیسے ان کو مغالطہ ہو یا شیطان نے مغالطے میں ڈالا) عند اللہ مقبولیت کے لیے تو ایمان و اخلاص کی ضرورت ہے اور اس دولت ایمان و اخلاص سے وہ جس کو چاہتا ہے نوازتا ہے۔ جیسے وہ مال و دولت آزمائش کے طور پر جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابٌ مُوسَى إِمَامًا وَرَحْمَةً

اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیشوا اور رحمت تھی

وَهَذَا كِتَابٌ مُصَدِّقٌ لِّسَانِ عَرَبِيًّا لِيُنذِرَ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَبُشْرَىٰ لِلْمُحْسِنِينَ (۱۲)

اور یہ کتاب ہے تصدیق کرنے والی عربی زبان میں تاکہ ظالموں کو ڈرائے اور نیک کاروں کو بشارت ہو۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (۱۳)

بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر جسے رہے تو ان پر نہ کوئی خوف ہو گا نہ غمگین ہوں گے۔

أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۱۴)

یہ تو اہل جنت ہیں جو سدا اسی میں رہیں گے، ان اعمال کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔

وَوَضَعْنَا الْإِنْسَانَ بَوَالِدِيهِ إِحْسَانًا^ط

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔

حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمَلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا^ج

اس کی ماں نے اسے تکلیف جھیل کر پیٹ میں رکھا اور تکلیف برداشت کر کے اسے جنا (۱) اس کے حمل کا

اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینے ہے (۲)

۱۔ اس مشقت و تکلیف کا ذکر والدین کے ساتھ حسن سلوک کے حکم میں مزید تاکید کے لیے ہے جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ماں اس حکم احسان میں باپ سے مقدم ہے کیونکہ نو ماہ تک مسلسل حمل کی تکلیف اور پھر زچگی کی تکلیف صرف تنہا ماں ہی اٹھاتی ہے باپ کی اس میں شرکت نہیں اسی لیے حدیث میں بھی ماں کے ساتھ حسن سلوک کو اولیت دی گئی ہے اور باپ کا درجہ اس کے بعد بتلایا گیا ہے۔

ایک صحابیؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری ماں۔

اس نے پھر یہی پوچھا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی جواب دیا

تیسری مرتبہ بھی یہی جواب دیا

چوتھی مرتبہ پوچھنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

پھر تمہارا باپ۔ صحیح مسلم

۲۔ **فِصَالُهُ** کے معنی، دودھ چھڑانا ہیں۔ اس سے بعض صحابہ نے استدلال کیا ہے کہ کم از کم مدت حمل چھ مہینے یعنی چھ مہینے کے بعد اگر کسی عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو جائے تو وہ بچہ حلال ہی ہو گا، حرام نہیں۔ اس لئے کہ قرآن نے مدت رضاعت دو سال (۲۴) مہینے بتلائی ہے، اس حساب سے مدت حمل صرف چھ مہینے ہی باقی رہ جاتی ہے۔

حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي

یہاں تک کہ جب وہ اپنی پختگی اور چالیس سال کی عمر کو پہنچا (۱) تو کہنے لگا اے میرے پروردگار مجھے توفیق دے (۲)

۲- مطلب ہے کہ وہ تو دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں نہیں آئے۔

حالانکہ دوبارہ زندہ ہونے کا مطلب قیامت والے دن زندہ ہونا ہے جس کے بعد حساب ہوگا۔

وَهُمَا يَسْتَعِيشَانِ اللّٰهَ وَذٰلِكَ اٰمِنْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَا اِلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (۱۷)

وہ دونوں جناب باری میں فریاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں تجھے خرابی ہو تو ایمان لے آ، بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے،

وہ جواب دیتا ہے کہ یہ تو صرف اگلوں کے افسانے ہیں۔

ماں باپ مسلمان ہوں اور اولاد کافر، تو وہاں اولاد اور والدین کے درمیان اسی طرح تکرار اور بحث ہوتی ہے جس کا ایک نمونہ اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْ اٰمَرٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالْاِنْسِ

یہی وہ لوگ ہیں جن پر (اللہ کے عذاب کا) وعدہ صادق آگیا (۱) ان جنات اور انسانوں کے گروہوں کے ساتھ جو ان سے پہلے گزر چکے (۲)

۱- جو پہلے اللہ کے علم میں تھا، یا شیطان کے جواب میں جو اللہ نے فرمایا تھا:

اَلَمْ لَآنَ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَتَمَّ نَبْعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ (۳۸:۸۵)

۲- یعنی یہ بھی ان کافروں میں شامل ہو گئے جو انسانوں اور جنوں میں سے قیامت والے دن نقصان اٹھانے والے ہو گئے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ (۱۸)

یقیناً یہ نقصان پانے والے تھے۔

وَلِكُلِّ دَرَجٰتٍ مِّنْهَا عَمَلُوْا وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (۱۹)

اور ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کے مطابق درجے ملیں گے (۱) تاکہ انہیں ان کے اعمال کا پورے بدلے دے اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا (۲)
۱- مؤمن اور کافر دونوں کا ان کے عملوں کے مطابق اللہ کے ہاں مرتبہ ہو گا مؤمن مراتب عالیہ سے سرفراز ہوں گے اور کافر جہنم کے پست ترین درجوں میں ہوں گے۔

۲- گنہگار کو اس کے جرم سے زیادہ سزا نہیں دی جائے گی اور نیکو کار کے صلے میں کمی نہیں ہوگی۔ بلکہ ہر ایک کو خیر یا شر میں سے وہی ملے گا جس کا وہ مستحق ہوگا۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلٰى النَّارِ

اور جس دن کافر جہنم کے سرے پر لائے جائیں گے

یعنی اس وقت کو یاد کرو جب کافروں کی آنکھوں سے پردے ہٹا دیئے جائیں گے اور وہ جہنم کی آگ دیکھ رہے یا اس کے قریب ہوں گے۔

بعض نے **يعرضون** کے معنی **يعذبون** کے کیے ہیں

اور بعض کہتے ہیں کلام میں قلب ہے

مطلب ہے جب آگ ان پر پیش کی جائے گی تعرض النار علیہم۔ (فتح القدیر)

(کہا جائے گا)

أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ

تم نے اپنی نیکیاں دنیا کی زندگی میں ہی برباد کر دیں اور ان کا فائدہ اٹھا چکے، پس آج تمہیں ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی

طیبیات سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو انسان ذوق و شوق سے کھاتے پیتے اور استعمال کرتے اور لذت و فرحت محسوس کرتے لیکن آخرت کی فکر کے ساتھ ان کا استعمال ہو تو بات اور ہے جیسے مؤمن کرتا ہے وہ اس کے ساتھ ساتھ احکام الہی کی اطاعت کر کے شکر الہی کا بھی اہتمام کرتا رہتا ہے۔

لیکن فکر آخرت سے بے نیازی کے ساتھ ان کا استعمال انسان کو سرکش اور باغی بنا دیتا ہے جیسے کافر کرتا ہے اور یوں وہ اللہ کی ناشکری کرتا ہے چنانچہ مؤمن کو تو اس کے شکر و اطاعت کی وجہ سے یہ نعمتیں بلکہ ان سے بدرجہا بہتر نعمتیں آخرت میں پھر مل جائیں گی۔

بِمَا كُنتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنتُمْ تَفْسُقُونَ (۲۰)

اس باعث کہ تم زمین میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور اس باعث بھی کہ تم حکم عدولی کرتے تھے۔

ان کے عذاب کے دو سبب بیان فرمائے،

- ناحق تکبر، جس کی بنیاد پر انسان حق کا اتباع کرنے سے گریز کرتا ہے اور

- دوسرا فسق۔ بے خوفی کے ساتھ معاصی کا ارتکاب

یہ دونوں باتیں تمام کافروں میں مشترک ہوتی ہیں۔ اہل ایمان کو ان دونوں باتوں سے اپنا دامن بچانا چاہیے۔

وَإِذْ كُنْتُمْ أَحْزَادًا زُرًّا أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ

اور عداد کے بھائی کو یاد کرو، جبکہ اس نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرایا

احقاف، حقف کی جمع ہے ریت کا بلند مستطیل ٹیلہ

بعض نے اس کے معنی پہاڑ اور غار کے کیے ہیں

یہ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد اولی کے علاقے کا نام ہے جو حضرموت (یمن) کے قریب تھا کفار کی تکذیب کے پیش نظر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے واقعات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

وَقَدْ خَلَّتِ التُّدُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ

اور یقیناً اس سے پہلے بھی ڈرانے والے گزر چکے ہیں اور اس کے بعد بھی یہ کہ تم سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کی عبادت نہ کرو

إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ (۲۱)

بیشک میں تم پر بڑے دن کے عذاب سے خوف کھاتا ہوں۔

یَوْمٍ عَظِيمٍ سے مراد قیامت کا دن ہے، جسے اس کی ہولناکیوں کی وجہ سے بجا طور پر بڑا دن کہا گیا ہے۔

قَالُوا أَجِئْنَا لِنَتَأَفَّفَكُنَا عَنْ أٰهْلِنَا فَآتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۲۲)

قوم نے جواب دیا کیا آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ ہمیں اپنے معبودوں (کی پرستش) سے باز رکھیں (۱)

پس اگر آپ سچے ہیں تو جس عذاب کا آپ وعدہ کرتے ہیں اسے ہم پر لا ڈالیں۔

لِنَافِكُنَا ، لِنَصْرِفْنَا يَا لَتَمْنَعُنَا يَا لَتَزِيلُنَا سَبَّ مُتَقَارِبِ الْمَعْنٰی هِي تَا كِه تُو هَمِيْن هَمَارِے مَعْبُوْدُوْن كِي پَر سْتَش سِے پھیر دے روک دے ہٹا دے۔

قَالَ اِنَّمَّا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاُبَلِّغُكُمْ مَا اُرْسِلْتُ بِهٖ

(حضرت ہود نے) کہا (اس کا) علم تو اللہ ہی کے پاس ہے میں تو جو پیغام دے کر بھیجا گیا تھا وہ تمہیں پہنچا رہا ہوں

یعنی عذاب کب آئے گا یا دنیا میں نہیں آئے گا بلکہ آخرت میں تمہیں عذاب دیا جائے گا اس کا علم صرف اللہ کو ہے وہی اپنی مشیت کے مطابق فیصلہ فرماتا ہے میرا کام تو صرف پیغام پہنچانا ہے۔

وَلِكَيْ ئَرَا اٰرَاكُمْ قَوْمًا يَّجْهَلُوْنَ (۲۳)

لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ نادانی کر رہے ہو۔

ایک کفر پر اصرار کر رہے ہو۔ دوسرے، مجھ سے ایسی چیز کا مطالبہ کر رہے ہو جو میرے اختیار میں نہیں ہے۔

فَلَمَّا اَرَادُوْا كُوْا عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اُوْدِيْنِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّطْرًا

پھر جب انہوں نے عذاب کو بصورت بادل دیکھا اپنی وادیوں کی طرف آتے ہوئے کہنے لگے، یہ بادل ہم پر برسنے والا ہے

عرصہ دراز سے ان کے ہاں بارش نہیں ہوئی تھی امنڈتے بادل دیکھ کر خوش ہوئے کہ اب بارش ہوگی

بادل کو عَارِضٌ اس لیے کہا ہے کہ بادل عرض آسمان پر ظاہر ہوتا ہے۔

بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ

(نہیں) بلکہ دراصل یہ ابر وہ (عذاب) ہے جس کی تم جلدی کر رہے تھے

یہ حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں کہا کہ یہ محض بادل نہیں ہے جیسے تم سمجھ رہے ہو۔ بلکہ یہ وہ عذاب ہے جسے تم جلدی لانے کا مطالبہ کر رہے تھے۔

رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۲۴)

ہوا ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔

یعنی وہ ہوا جس سے اس قوم کی ہلاکت ہوئی ان بادلوں سے ہی اٹھی اور نکلی اور اللہ کی مشیت سے ان کو اور ان کی ہر چیز کو تباہ کر گئی اسی لیے حدیث میں آتا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ لوگ تو بادل دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کہ بارش ہوگی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر اس کے برعکس تشویش کے آثار نظر آتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ اس بادل میں عذاب نہیں ہوگا جب کہ ایک قوم ہوا کے عذاب سے ہی ہلاک کر دی گئی اس قوم نے بھی بادل دیکھ کر کہا تھا یہ بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا۔ البخاری

ایک دوسری روایت میں ہے:

جب باد تند چلتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے:

اللهم اني اسالك خيرا و خيرا ما فيها و خيرا ما ارسلت به و اغو ذك من شرها و شر ما ارسلت به

اور جب آسمان پر بادل گہرے ہو جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ متغیر ہو جاتا اور خوف کی سی ایک کیفیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر طاری ہو جاتی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اطمینان کا سانس لیتے۔ (صحیح مسلم)

كُلُّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَأَصْبَحُوا لَا يُرَى إِلَّا مَسَاكِنُهُمْ

جو اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو ہلاک کر دے گا، پس وہ ایسے ہو گئے کہ بجز ان کے مکانات کے اور کچھ دکھائی نہ دیتا تھا

یعنی مکین سب تباہ ہو گئے اور صرف مکانات نشانِ عبرت کے طور پر باقی رہ گئے۔

كَذَلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ (۲۵)

گناہگاروں کے گروہ کو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

وَلَقَدْ مَكَّنَّاهُمْ فِيمَا إِنْ مَكَّنَّاكُمْ فِيهِ

اور بالیقین ہم نے (قوم عاد) کو وہ مقدر دیئے تھے جو تمہیں تو دیئے بھی نہیں

وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَأَبْصَارًا وَأَفْئِدًا فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَا أَبْصَارُهُمْ وَلَا أَفْئِدَتُهُمْ مِنْ شَيْءٍ

اور ہم نے انہیں کان آنکھیں اور دل بھی دے رکھے تھے۔ لیکن ان کے کانوں اور آنکھوں اور دلوں نے انہیں کچھ بھی نفع نہ پہنچایا

یہ اہل مکہ کو خطاب کر کے کہا جا رہا ہے کہ تم کیا چیز ہو تم سے پہلی قومیں جنہیں ہم نے ہلاک کیا قوت و شوکت میں تم سے کہیں زیادہ تھیں لیکن جب انہوں نے اللہ کی دی ہوئی صلاحیتوں آنکھ کان اور دل کو حق کے سننے دیکھنے اور اسے سمجھنے کے لیے استعمال نہیں کیا تو بالآخر ہم نے انہیں تباہ کر دیا اور یہ چیزیں ان کے کچھ کام نہ آسکیں۔

إِذْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ يَايَاتِ اللَّهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ (۲۶)

جبکہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرنے لگے اور جس چیز کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہی ان پر الٹ پڑی۔

یعنی جس عذاب کو وہ انہونا سمجھ کر بطور مذاق کہا کرتے تھے کہ لے آپنا عذاب! جس سے تو ہمیں ڈراتا رہتا ہے، وہ عذاب آیا اور اس نے انہیں ایسا گھیرا کہ پھر اس سے نکل نہ سکے۔

وَلَقَدْ أَهَلَّكُنَا مَا حَوْلَكُمْ مِنَ الْقُرَىٰ وَصَرَفْنَا الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (۲۷)

اور یقیناً ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیاں تباہ کر دیں (۱) اور طرح طرح کی ہم نے اپنی نشانیاں بیان کر دیں تاکہ وہ رجوع کر لیں (۲)۔

۱۔ آس پاس سے عاد، ثمود اور لوط کی وہ بستیاں مراد ہیں جو حجاز کے قریب ہی تھیں، یمن اور شام و فلسطین کی طرف آتے جاتے ان سے ان کا گزر ہوتا تھا۔

۲۔ یعنی ہم نے مختلف انداز سے اور مختلف انواع کے دلائل ان کے سامنے پیش کئے کہ شاید وہ توبہ کر لیں۔ لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوئے۔

فَلَوْلَا نَصْرُهُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ قُبَرَاءَ آهَتَهُ بَلَّ صَلَّوْا عَنْهُمْ وَذَلِكِ إِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوا يَفْقَهُونَ (۲۸)

پس قرب الہی حاصل کرنے کے لئے انہوں نے اللہ کے سوا جن جن کو اپنا معبود بنا رکھا تھا انہوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی؟

بلکہ وہ تو ان سے کھو گئے، بلکہ دراصل یہ محض جھوٹ اور بالکل بہتان تھا۔

یعنی جن معبودوں کو وہ تقرب الہی کا ذریعہ سمجھتے تھے انہوں نے ان کی کوئی مدد نہیں کی بلکہ وہ اس موقع پر آئے ہی نہیں بلکہ گم رہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ بتوں کو الہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ انہیں بارگاہ الہی میں قرب کا ذریعہ اور وسیلہ سمجھتے تھے اللہ نے اس وسیلے کو یہاں افک اور افتراء قرار دے کر واضح فرمادیا کہ یہ ناجائز اور حرام ہے۔

وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصَبُوا

اور یاد کرو! جبکہ ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن سنیں،

پس جب (نبی کے) پاس پہنچ گئے تو (ایک دوسرے سے) کہنے لگے خاموش ہو جاؤ

صحیح مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مکہ کے قریب نخلہ وادی میں پیش آیا، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جنوں کو تجسس تھا کہ آسمان پر ہم پر بہت زیادہ سختی کر دی گئی ہے اب ہمارا وہاں جانا تقریباً ناممکن بنا دیا گیا ہے، کوئی بہت ہی اہم واقعہ رونما ہوا ہے جس کے نتیجے میں ایسا ہوا ہے۔

چنانچہ مشرق و مغرب کے مختلف اطراف میں جنوں کی ٹولیاں واقعے کا سراغ لگانے کے لئے پھیل گئیں ان میں سے ایک ٹولی نے یہ قرآن سنا اور یہ بات سمجھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا یہ واقعہ ہی ہم پر آسمان کی بندش کا سبب ہے اور جنوں کی یہ ٹولی آپ پر ایمان لے آئی اور جا کر اپنی قوم کو بھی بتلایا۔ مسلم و بخاری

صحیح بخاری میں بھی بعض باتوں کا تذکرہ ہے۔ بعض دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد آپ جنوں کی دعوت پر ان کے ہاں بھی تشریف لے گئے اور انہیں جا کر اللہ کا پیغام سنایا اور متعدد مرتبہ جنوں کا وفد آپ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا۔ (فتح الباری، تفسیر ابن کثیر)

فَلَمَّا أَفْضِيَ وَلَوْ اِلَىٰ قَوْمِهِمْ مُنْذِرِينَ (۲۹)

پھر جب پڑھ کر ختم ہو گیا (۱) تو اپنی قوم کو خبردار کرنے کے لئے واپس لوٹ گئے۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تلاوت قرآن ختم ہوگی۔

قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنزِلَ مِنْ بَعْدِ هُوَسْبَىٰ

کہنے لگے اے ہماری قوم! ہم نے یقیناً وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد نازل کی گئی ہے

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى طَرِيقٍ مُسْتَقِيمٍ (۳۰)

جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو سچے دین کی اور راہ راست کی رہنمائی کرتی ہے۔

يَا قَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ

اے ہماری قوم! اللہ کے بلانے والے کا کہا مانو، اس پر ایمان لاؤ

یہ جنوں نے اپنی قوم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی اس سے قبل قرآن کریم کے متعلق بتلایا کہ یہ تورات کے بعد ایک اور آسمانی کتاب ہے جو سچے دین اور صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

يَغْفِرْ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَ يُجْزِئَكُمْ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ (۳۱)

تو اللہ تمہارے تمام گناہ بخش دے گا اور تمہیں المناک سزا سے پناہ دے گا

یہ ایمان لانے کے وہ فائدے بتلائے جو آخرت میں انہیں حاصل ہوں گے

مِنْ ذُنُوبِكُمْ میں من تبعيض کے لیے ہے یعنی بعض گناہ معاف فرمادے گا اور یہ وہ گناہ ہوں گے جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہو گا کیونکہ حقوق العباد معاف نہیں ہوں گے

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ ثواب و عقاب اور اوامر و نواہی میں جنات کے لیے بھی وہی حکم ہے جو انسانوں کے لیے ہے۔

وَمَنْ لَا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءُ

اور جو شخص اللہ کے بلانے والے کا کہا نہ مانے گا پس وہ زمین میں کہیں (بھاگ کر اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتا (۱)

اور نہ اللہ کے سوا اور کوئی مددگار ہوں گے (۲)

۱۔ یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ زمین کی وسعتوں میں اس طرح گم ہو جائے کہ اللہ کی گرفت میں نہ آسکے۔

۲۔ جو اسے اللہ کے عذاب سے بچالیں۔ مطلب یہ ہوا کہ نہ وہ خود اللہ کی گرفت سے بچنے پر قادر ہے اور نہ کسی دوسرے کی مدد سے ایسا ممکن ہے۔

أُولَٰئِكَ فِي صَلَٰلٍ مُّبِينٍ (۳۲)

یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْجِبْ بِخَلْقِهِنَّ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے وہ نہ تھکا، وہ یقیناً مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے،

بَلَىٰ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۳۳)

کیوں نہ ہو؟ وہ یقیناً ہر چیز پر قادر ہے

جو اللہ آسمان اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے، جن کی وسعت و بے کرانی کی انتہا نہیں ہے وہ ان کو بنا کر تھکا بھی نہیں۔ کیا وہ مردوں کو دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا؟

یقیناً کر سکتا ہے۔ اس لیے کہ وہ علیٰ کل شئیء قدر کی صفت سے متصف ہے۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ

وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا جس دن جہنم کے سامنے لائے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا کہ) کیا یہ حق نہیں ہے؟

قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا

تو جواب دیں گے کہ ہاں قسم ہے ہمارے رب کی (حق ہے)

وہاں اعتراف ہی نہیں کریں گے بلکہ اپنے اس اعتراف پر قسم کھا کر اسے مؤکد کریں گے لیکن اس وقت کا یہ اعتراف بے فائدہ ہے کیونکہ مشاہدے کے بعد اعتراف کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد اعتراف نہیں تو کیا انکار کریں گے۔

قَالَ قَدْ وَقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ (۳۴)

(اللہ) فرمائے گا اب اپنے کفر کے بدلے عذاب کا مزہ چکھو۔

اس لئے کہ جب ماننے کا وقت تھا، اس وقت مانا نہیں، یہ عذاب اسی کفر کا بدلہ ہے، جو اب تمہیں بھگتنا ہی بھگتنا ہے۔

فَأَصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعُرْسِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ

پس (اے پیغمبر!) تم ایسا صبر کرو جیسا صبر عالی ہمت رسولوں نے کیا اور ان کے لئے عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ کرو

یہ کفار مکہ کے رویے کے مقابلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے اور صبر کرنے کی تلقین کی جا رہی ہے۔

كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبُثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ

یہ جس دن اس عذاب کو دیکھ لیں گے جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں تو (یہ معلوم ہونے لگے گا کہ دن کی ایک گھڑی ہی دنیا میں) ٹھہرے تھے

قیامت کا ہولناک عذاب دیکھنے کے بعد انہیں دنیا کی زندگی ایسے ہی معلوم ہوگی جیسے دن کی صرف ایک گھڑی یہاں گزار کر گئے ہیں۔

بلاغ

یہ ہے پیغام پہنچا دینا،

یہ مبتدا مخدوف کی خبر ہے ای ہذا الذی وعظمتہم بہ بلاغ یہ وہ نصیحت یا پیغام ہے جس کا پہچانا تیرا کام ہے۔

فَهَلْ يُهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ الْفَاسِقُونَ (۳۵)

پس بدکاروں کے سوا کوئی ہلاک نہ کیا جائے گا۔

اس آیت میں بھی اہل ایمان کے لیے خوشخبری اور حوصلہ افزائی ہے کہ ہلاکت اخروی صرف ان لوگوں کا حصہ ہے جو اللہ کے نافرمان اور اس کی حدود پامال کرنے والے ہیں۔



© Copy Rights:
Zahid Javed Rana, Abid Javed Rana
Lahore, Pakistan
www.quran4u.com